

ترجمہ قرآن مجید

مع صرفی و نحوی تشریح

افادات: حافظ احمد یار مرحوم

ترتیب و تدوین: لطف الرحمن خان

سورة البقرة (مسل)

آیت ۲۵۹

﴿أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّى يُحْيِي هَذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ إِلَى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ إِلَى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِلنَّاسِ وَانْظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

خوی

خَوَى (ض) خَوَاءً: اوندھا ہونا، منہدم ہونا۔

خَاوِيَةٌ (اسم الفاعل خَاوٍ کا مؤنث): اوندھی ہونے والی یعنی اوندھی۔ آیت

زیر مطالعہ۔

عرش

عَرْشَ (ض) عَرْشًا: کسی چیز پر چھیر یا چھت ڈالنا۔ ﴿وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ

فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ ﴿١٠٠﴾ (الاعراف) ”اور ہم نے برباد کیا اس کو جو بنایا کرتے تھے فرعون اور اس کی قوم اور اس کو جو وہ لوگ چھت ڈالا کرتے تھے۔“

عَرْشُ ج عُرُوشُ (اسم ذات) : چھپر چھت، تخت (کیونکہ یہ زمین سے اونچا ہوتا ہے)۔ ﴿وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ﴾ (یوسف: ١٠٠) ”اور اُس نے اٹھایا اپنے والدین کو تخت پر۔“ ﴿وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾ (التوبة) ”اور وہ عظیم عرش کا مالک ہے۔“
مَعْرُوشٌ (اسم المفعول) : چھپر یا چھت ڈالا ہوا۔ ﴿وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ جَنَّاتٍ مَّعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ﴾ (الانعام: ١٤١) ”اور وہ ہے جس نے پیدا کیا باغات کو چھپر ڈالے ہوئے اور بغیر چھپر ڈالے ہوئے۔“

ل ب ث

لَبَّيْ (س) لَبَّيْ : کسی جگہ قیام کرنا، ٹھہرنا۔ آیت زیر مطالعہ۔
لَابَيْ (اسم الفاعل) : ٹھہرنے والا۔ ﴿لَيْشِينَ فِيهَا أَحْقَابًا﴾ (النبأ) ”قیام کرنے والے ہیں اس میں مدتوں۔“
تَلَبَّيْ (تفعل) تَلَبَّيْ : تکلف ٹھہرنا، یعنی دیر کرنا۔ ﴿وَمَا تَلَبَّثُوا فِيهَا إِلَّا بَيْسِيرًا﴾ (الاحزاب) ”اور وہ لوگ دیر نہیں کریں گے اس میں مگر تھوڑی سی۔“

س ن ه

سَنَہ (س) سَنَہَا : بہت سالوں والا ہونا، متغیر ہونا، بگڑ جانا (مدت گزرنے کی وجہ سے)۔
تَسَنَّہ (تفعل) تَسَنَّہَا : متغیر ہونا، خراب ہونا۔ آیت زیر مطالعہ۔

ح م ر

حَمَرٌ (ن) حَمْرًا : کھال کھرچنا (جس سے سرخی ظاہر ہو جائے)۔
أَحْمَرٌ مَوْنٌ حَمْرَاءُ ج حُمْرٌ : (فعل الوان و عیوب ہے) سرخ رنگ والا۔ ﴿وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بَيَضٌ وَحُمْرٌ﴾ (فاطر: ٢٧) ”اور پہاڑوں میں سرخ و سفید راستے ہیں۔“
حِمَارٌ ج حُمُرٌ اور حِمِيرٌ (اسم ذات) : گدھا۔ ﴿كَانَ لَهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَفِرَّةٌ﴾ (المدثر) ”گویا وہ لوگ بد کے ہوئے گدھے ہیں۔“ ﴿إِنَّا أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ﴾ (لقمان) ”بے شک سب سے بری آواز گدھوں کی آواز ہے۔“

ن ش ز

نَشَرُ (ن) نَشَرًا: کسی چیز کا اپنی جگہ سے اُبھرنا، اُپر اُٹھنا۔

نَشُورًا: بدخو یا بدکلام ہونا، زیادتی کرنا۔

اَنْشُرُ (فعل امر): تو ابھر، تو اُٹھ۔ ﴿وَإِذَا قِيلَ اَنْشُرُوا فَاَنْشُرُوا﴾ (المجادلة: ۱۱)

”اور جب کہا جائے کہ تم لوگ اٹھو تو تم لوگ اٹھ جاؤ۔“

نُشُورٌ (اسم ذات): بدخوئی، زیادتی۔ ﴿وَإِنْ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُورًا﴾

(النساء: ۱۲۸) ”اور اگر کسی عورت کو خوف ہو اپنے شوہر سے زیادتی کا۔“

اَنْشَرَ (افعال) اِنْشَارًا: کسی کو اس کی جگہ سے اٹھانا۔ آیت زیر مطالعہ۔

ترکیب: ”اَو“ گزشتہ آیت کے ”اَلَمْ تَرَ“ پر عطف ہے۔ پورا جملہ اس طرح ہو

گا: ”اَو اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِي كَانَ كَالَّذِي“ - ”وَهِيَ“ کا ”وَاَوْ“ حالیہ ہے۔ ”يُحْيِي“ کا

مفعول ”هٰذِهِ“ ہے۔ ”مِائَةً عَامٍ“ ظرف ہے اس لیے ”مِائَةً“ منصوب ہے۔ ”كَمْ لَبِثْتَ“

میں ”كَمْ“ کی تیز محذوف ہے جو ”يَوْمًا“ یا ”عَامًا“ ہو سکتی ہے۔ طعام اور شراب کے لیے

تثنیہ کا صیغہ آنا چاہیے تھا لیکن ”لَمْ يَتَسَنَّ“ واحد آیا ہے۔ اس کی وضاحت آگے نوٹ میں کی

جائے گی۔ یہ دراصل ”يَتَسَنَّ“ تھا جو ”لَمْ“ کی وجہ سے مجزوم ہوا ہے۔ ”لِنَجْعَلَكَ آيَةً

لِلنَّاسِ“ درمیان میں جملہ معترضہ ہے۔ ”اِلَى الْعِظَامِ“ گزشتہ جملہ کے ”حِمَارِكَ“ پر عطف

ہے۔ ”نُنَشِّرُهَا“ اور ”نُكْسُوها“ کی ضمائر مفعول ”الْعِظَامِ“ کے لیے ہیں جبکہ ”نُكْسُو“ کا

مفعول ثانی ”لَحْمًا“ ہے۔ اور ”نَحْنُ“ ضمیر جو ان میں چھپی ہوئی ہے ان کی فاعل ہے جو

اللہ کے لیے ہے۔

ترجمہ:

كَالَّذِي: اس کی مانند جو

اَو: یا

عَلَى قَرْيَةٍ: ایک بستی پر

مَرًّا: گزرا

هِيَ: وہ

وَ: اس حال میں کہ

عَلَى عُرُوشِهَا: اپنی چھتوں پر

خَاوِيَةً: اونڈھی تھی

اَتَى: کس طرح سے

قَالَ: اس نے کہا

هٰذِهِ: اس کو

يُحْيِي: زندہ کرے گا

بَعْدَ مَوْتِهَا: اس کی موت کے بعد	اللَّهُ: اللہ
اللَّهُ: اللہ نے	فَأَمَاتَهُ: تو موت دی اس کو
ثُمَّ: پھر	مِائَةَ عَامٍ: ایک سو سال (کے لیے)
قَالَ: (اللہ نے) کہا	بَعَثَهُ: اس نے اٹھایا اس کو
لَبِثْتُ: تو ٹھہرا	كَمْ: کتنا (عرصہ)
لَبِثْتُ: میں ٹھہرا	قَالَ: اس نے کہا
أَوْ بَعْضُ يَوْمٍ: یا ایک دن کا کچھ	يَوْمًا: ایک دن
(حصہ)	
بَلْ: بلکہ	قَالَ: (اللہ نے) کہا
مِائَةَ عَامٍ: ایک سو سال	لَبِثْتُ: تو ٹھہرا
إِلَى طَعَامِكَ: اپنی خوراک کی طرف	فَانْظُرْ: پس تو دیکھ
لَمْ يَتَسَنَّهْ: وہ تغیر ہی نہیں ہوئی	وَسَرَّامِكَ: اور اپنی پینے کی چیز کی طرف
إِلَى حِمَارِكَ: اپنے گدھے کی طرف	وَانْظُرْ: اور تو دیکھ
آيَةً: ایک نشانی	وَلَنَجْجَعَنَّكَ: اور (یہ) اس لیے کہ ہم
	بنائیں تجھ کو
وَانْظُرْ: اور تو دیکھ	لِلنَّاسِ: لوگوں کے لیے
كَيْفَ: کیسے	إِلَى الْعِظَامِ: ہڈیوں کی طرف
ثُمَّ: پھر	نَنْشُرُهَا: ہم اٹھاتے ہیں ان کو
لَحْمًا: گوشت	نَكْسُوهَا: ہم پہناتے ہیں ان کو
تَبَيَّنَ: واضح ہوا	فَلَمَّا: پس جب
قَالَ: (تو) اس نے کہا	لَهُ: اس کے لیے
أَنَّ اللَّهَ: کہ اللہ	أَعْلَمُ: میں جانتا ہوں
قَدِيرٌ: قدرت رکھنے والا ہے	عَلَى كُلِّ شَيْءٍ: ہر چیز پر

نوٹ (۱): اردو میں ہم کہتے ہیں ”دودھ اور دہی کا ڈالنے خراب نہیں ہوا“۔ حالانکہ گرامر کے لحاظ سے کہنا چاہیے تھا ”ڈالنے خراب نہیں ہوئے“۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بات

کہنے کا یہ انداز عربی سے لیا گیا ہے کیونکہ عربی میں کبھی واحد بول کر تثنیہ اور کبھی تثنیہ بول کر واحد مراد لیتے ہیں۔ اس آیت میں بھی یہی انداز ہے کہ ”لَمْ يَتَسَنَّ“ واحد بول کر تثنیہ مراد لیا گیا ہے۔ اس حوالے سے ”آسان عربی گرامر“ کے ”ابتدائیہ“ میں بتائی گئی اس بات کو ذہن میں تازہ کر لیں کہ زبان پہلے وجود میں آتی ہے اور قواعد بعد میں مرتب کیے جاتے ہیں۔ اس لیے گرامر اہل زبان کے تابع ہوتی ہے لیکن اہل زبان گرامر کے پابند نہیں ہوتے۔

نوٹ (۲): ”يَتَسَنَّ“ کے مادے کے بارے میں اختلاف رائے ہے۔ ایک رائے یہ ہے کہ اس کا مادہ ”س ن ہ“ ہے۔ حافظ احمد یار صاحب مرحوم نے اسی رائے کو ترجیح دی ہے اور ہم نے بھی اسے ہی اختیار کیا ہے۔

دوسری رائے یہ ہے کہ اس کا مادہ ”س ن ن“ ہے۔ باب تفعّل میں اس کا مضارع ”يَتَسَنَّ“ بنتا ہے۔ یہ قاعدہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ کسی لفظ میں ایک ہی حرف دو دفعہ آ جائے تو عام طور پر اُن کا ادغام کر دیتے ہیں۔ اب یہ قاعدہ بھی نوٹ کر لیں کہ ایک ہی حرف اگر تین دفعہ آ جائے تو پہلے دو حرف کا ادغام کر کے تیسرے حرف کو ”ی“ میں تبدیل کر سکتے ہیں یعنی یہ قاعدہ اختیاری ہے۔ اس طرح ”يَتَسَنَّ“ تبدیل ہو کر ”يَتَسَنِي“ ہو گیا پھر اس پر ”لَمْ“ داخل ہوا تو ”ی“ گر گئی اور ”لَمْ يَتَسَنَّ“ باقی بچا۔ اس کے آگے جو ہائے ساکن ہے اسے ہائے سکت کہتے ہیں۔ اس کو وقف کے لیے لگاتے ہیں اور اس کے کوئی معنی نہیں ہوتے۔ جیسے ”كَيْفِيَّةٌ“ ”جَسَابِيَّةٌ“ وغیرہ۔ (الحاقۃ: ۱۹، ۲۰)۔

آیت ۲۶۰

﴿وَاذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰىۙ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنۙ قَالَ بَلٰى وَّلٰكِنْ لَّيَطْمِئِنُّ قَلْبِيۙ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يٰۤاٰتِيْنَكَ سَعِيًّا وَاَعْلَمَنَّ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيْمٌۙ﴾

ط م ن

طَمَآن (زبائی) طَمَآنَةٌ: ذہن کو غلبان سے خالی کرنا، پرسکون کرنا، مطمئن کرنا۔
اِطْمَئِنَّ (اَفْعَلَ لَا) اِطْمَئِنَّا: ذہن کا غلبان سے خالی ہو جانا، پرسکون ہو جانا۔ آیت

زیر مطالعہ۔

مُطْمِنِينَ (اسم الفاعل) : پرسکون ہو جانے والا۔ ﴿لَا مِنْ أُكْرِهٍ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ﴾
بِالْإِيمَانِ (النحل: ۱۰۶) ”سوائے اس کے جو مجبور کیا گیا اس حال میں کہ اس کا دل مطمئن
ہو جانے والا ہے ایمان پر۔“

ط ی ر

طَارَ (ض) طَيْرًا : کسی چیز کا اڑنا پھیل جانا۔ ﴿وَلَا طَيْرٌ يَطْبَرُ بِجَنَاحِهِ﴾
(الانعام: ۳۸) ”اور نہ کوئی پرندہ جواڑتا ہے اپنے پروں کے ساتھ۔“

طَائِرٌ ج طَيْرٌ (اسم الفاعل) : اُڑنے والا۔ مختلف مفاہیم میں آتا ہے: (۱) پرندہ۔
مذکورہ بالا آیت (الانعام: ۳۸) دیکھیں۔ (۲) اعمال (کیونکہ عمل کر لینے کے بعد وہ انسان
کے ہاتھ سے نکل جاتے ہیں یعنی اڑ جاتے ہیں)۔ ﴿وَكُلُّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَيْرَهُ فِي عُنُقِهِ﴾
(الاسراء: ۱۳) ”اور ہر ایک انسان ہم نے لازم کیا اس پر اس کا عمل اس کی گردن میں۔“
(۳) بدشگونی، نحوس (عرب لوگ پرندوں سے شگون لیا کرتے تھے۔ پھر یہ شگون کے بجائے
بدشگونی کے لیے استعمال ہونے لگا)۔ ﴿قَالُوا طَائِرُكُمْ مَعَكُمْ﴾ (یونس: ۱۹) ”انہوں نے کہا
تمہاری نحوس تمہارے ساتھ ہے۔“

تَطِيرٌ (تفعل) تَطِيرًا : بدشگونی لینا، منحوس سمجھنا۔ ﴿قَالُوا إِنَّا تَطِيرُنَا بِكُمْ﴾
(یونس: ۱۸) ”انہوں نے کہا بے شک ہم تم لوگوں کو منحوس سمجھتے ہیں۔“
اِسْتَطَارَ (استفعال) اِسْتَطَارَةً : پھیل جانا، منتشر ہونا۔

مُسْتَطِيرٌ (اسم الفاعل) : پھیل جانے والا۔ ﴿وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَتْ شُرُهُ
مُسْتَطِيرًا﴾ (الذہن) ”اور وہ لوگ خوف کرتے ہیں اس دن کا ہوگا جس کا شر پھیل
جانے والا۔“

ص و ر

صَارَ (ن) صَوْرًا: (۱) بلانا، ماثل کرنا۔ (۲) کاٹنا، مجسمہ تراشنا۔

صُرَ (فعل امر) : تو ماثل کر۔ آیت زیر مطالعہ۔

صُورَةٌ ج صُورٌ (اسم ذات) : شکل، علیہ صورت۔ ﴿فِي آيٍ صُورَةٍ مَّا شَاءَ
رَبُّكَ﴾ (الانفطار) ”جیسی شکل میں اس نے چاہا، اس نے ترتیب دیا تجھ کو۔“ ﴿فَاحْسَنَ

صَوَّرَكُمْ (المؤمن: ٦٤) ”تو اس نے اچھی بنائیں تمہاری شکلیں۔“
 صَوَّرَ (اسم ذات): ہر وہ چیز جس میں پھونکنے سے آواز پیدا ہو جیسے بگل سارن وغیرہ۔ (يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ) (الانعام: ٧٣) ”جس دن پھونکا جائے گا صور میں۔“
 صَوَّرَ (تفعیل) تَصَوَّرُوا: کسی کو کوئی شکل یا حلیہ دینا۔ (هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ) (آل عمران: ٦٠) ”وہ ہے جو شکل دیتا ہے تم لوگوں کو رحموں میں جیسی وہ چاہتا ہے۔“

مُصَوِّرٌ (اسم الفاعل): شکل دینے والا۔ (هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِي الْمُصَوِّرُ) (الحشر: ٢٤) ”وہ اللہ ہے جو پیدا کرنے والا ہے وجود بخشنے والا ہے شکل دینے والا ہے۔“

ج ب ل

جَبَلَ (ن) جَبَلًا: بنانا جیسے مٹی میں پانی ڈال کر گارا بنانا۔
 جَبَلَةٌ ج جِبَلٌ (اسم ذات): بنائی ہوئی چیز خلقت۔ (جَبَلَتْ اِسْمُ جَمْعِ هِيَ اور اس کی جمع بھی آتی ہے)۔ (وَاتَّقُوا الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالْجِبَلَةَ الْأُولِينَ) (الشعراء) ”اور تم لوگ تقویٰ اختیار کرو اس کا جس نے پیدا کیا تم لوگوں کو اور پہلی خلقت کو۔“ (وَلَقَدْ أَصَلَّ مِنْكُمْ جِبَلًا كَثِيرًا) (نہ: ٦٢) ”اور اس نے گمراہ کیا تم میں سے بہت سی خلقتوں کو۔“
 جَبَلٌ ج جِبَالٌ: پہاڑ۔ (وَكَانُوا يُنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا) (الحجر: ٨٢) ”اور وہ لوگ تراشتے تھے پہاڑوں میں سے گھر۔“

ج ز ء

جَزَاءُ (ف) جَزَاءً: کسی چیز کو کٹڑوں میں تقسیم کرنا۔
 جُزْءٌ (اسم ذات): بکڑا حصہ۔ آیت زیر مطالعہ۔
ترکیب: ”رَبِّ“ کی جریائے متکلم کی علامت ہے، یعنی یہ دراصل ”رَبِّی“ تھا۔
 ”أَرِ“ فعل امر ہے ”نِی“ ضمیر مفعولی ہے اور آگے ”كَيْفَ تُخَيِّ الْمَوْتِی“ پورا جملہ اس کا مفعول ثانی ہے۔ ”لِیَطْمَئِنَّ“ سے پہلے ”مَسَلَّتْكَ“ محذوف ہے۔ ”فَخُذْ“ کا مفعول ”مِنَ الطَّيْرِ“ ہے اور محلا منصوب ہے جبکہ ”أَرْبَعَةً“ تیز ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ ”إِجْعَلْ“ کا مفعول ”جُزْءًا“ ہے جبکہ ”مِنْهُنَّ“ اس سے متعلق ہے۔ ”طَیْرٌ“ غیر عاقل کی جمع ہے اس لحاظ سے فعل واحد مؤنث آنا چاہیے تھا لیکن ”يَايُنَّ“ جمع مؤنث آیا ہے۔ یہ ایک استثنائی

صورت ہے۔ جیسے عام طور پر ”ایمَامًا مَعْدُوْدَةً“ آتا ہے لیکن کبھی ”ایمَامًا مَعْدُوْدَاتٍ“ بھی آ جاتا ہے۔ ”سَعِيًّا“ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

ترجمہ:

وَإِذْ قَالَ: اور جب کہا
رَبِّ: اے میرے رب!
كَيْفَ: کیسے
الْمَوْتَى: مردوں کو
أَوْ: تو کیا
قَالَ: (ابراہیم نے) کہا
وَلَكِنْ: اور لیکن
قُلُوبِي: میرا دل
فَخَذَ: پس تو پکڑ
مِنَ الطَّيْرِ: پرندوں میں سے
هُنَّ: ان کو
ثُمَّ: پھر
عَلَى كُلِّ جَبَلٍ: ہر ایک پہاڑ پر
جُزْءًا: ایک ٹکڑا
أَذْعُهُنَّ: تو پکارا ان کو
سَعِيًّا: دوڑتے ہوئے
أَنَّ اللَّهَ: کہ اللہ
حَكِيمٌ: حکمت والا ہے

إِبْرَاهِيمُ: ابراہیم نے
أَرِنِي: تو دکھا مجھ کو
تَحْيٰی: تو زندہ کرے گا
قَالَ: (اللہ تعالیٰ نے) کہا
لَمْ يَكُنْ مِنْ: تو ایمان ہی نہیں لایا؟
بَلٰی: کیوں نہیں
لَيَطْمَئِنَّا: (میں پوچھتا ہوں) تاکہ
پر سکون ہو جائے
قَالَ: (اللہ تعالیٰ نے) کہا
أَرْبَعَةً: چار
فَصُرُّ: پھر تو مائل کر
إِلَيْكَ: اپنی طرف
أَجْعَلُ: تو رکھ
مِنْهُنَّ: ان میں سے
ثُمَّ: پھر
يَا بَنِيكَ: وہ آئیں گے تیرے پاس
وَأَعْلَمُ: اور تو جان لے
عَزِيزٌ: بالادست ہے

نوٹ (۱): اس سے پہلے رباعی مجرد کے چند الفاظ آچکے ہیں اور اب رباعی مزید فیہ کا لفظ پہلی مرتبہ آیا ہے۔ اس مقام پر اس کے متعلق چند باتیں ذہن نشین کر لیں۔

(۱) رباعی کے اوزان میں ”فَا“ اور ”عین“ کے بعد ”لام“ دہر تہا آتا ہے۔ نوٹ کر

لیں کہ پہلا ”لام“ مادے کے تیسرے حرف کے لیے اور دوسرا ”لام“ چوتھے حرف کے لیے ہوتا ہے۔

(۲) رباعی مجرد کا ایک ہی باب ہے۔ اس کا ماضی اور مضارع فَعَّلَ اور يُفَعِّلُ کے وزن پر آتے ہیں جبکہ مصدر کے لیے زیادہ تر فَعَّلَ اور فَعَّلَا کے اوزان استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے طَمِنَ - يُطْمِنُ - طَمِنَتْ اور ذَلَّزَلْ - يُزَلْزَلْ - ذَلَّزَلَا وغیرہ۔ یہ باب زیادہ تر متعدی ہوتا ہے۔

(۳) رباعی مزید فیہ کے تین ابواب ہیں جس میں سے ایک آیت زیر مطالعہ میں آیا ہے۔ اس کے ماضی مضارع اور مصدر کے اوزان یہ ہیں: اَفْعَلَّ - يَفْعِلُّ - اَفْعَلَّا۔ آپ کی آسانی کے لیے ہم نے مصدر کے وزن کو کھول کر اَفْعِلْ لَا اَفْعِلْ لَآ لکھا ہے تاکہ تیسرے اور چوتھے کلمہ پر آپ صحیح حرکات و سکنات لگا سکیں۔ نوٹ کر لیں کہ اس باب کا ہمزہ ہمزۃ الوصل ہے اور یہ باب زیادہ تر لازم ہوتا ہے۔

نوٹ (۲): اس آیت کے حوالے سے ایک اہم اور بنیادی بات یہ نوٹ کر لیں کہ یہ کائنات اور اس کی ہر چیز اپنی زبان حال سے اللہ تعالیٰ کے وجود اس کی توحید اور اس کی قدرت کی گواہی دے رہی ہے۔ اور یہی ایمان کی اصل بنیاد ہے۔ اس ایمان کے بعد جو تفصیلات اور جزئیات قرآن اور حدیث سے ثابت ہیں ان پر ایمان اور عمل لازمی ہو جاتا ہے خواہ اطمینان قلب حاصل ہو یا نہ ہو۔

نوٹ کریں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایمان کا اقرار کیا ہے تب اللہ تعالیٰ نے ان کے اطمینان قلب کا بندوبست کیا ہے۔ اسی طرح سے جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام پر ایمان اور اخلاص نیت سے عمل کرتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے انہیں اطمینان قلب عطا فرماتا ہے۔

آیت ۲۶۱

﴿مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلٍ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾

س ب ع

سَبْعَ (ف) سَبْعًا: ساتواں حصہ لینا (کسی چیز کو سات حصوں میں تقسیم کر کے)۔
 سَبْعَ (اسم عدد بھی ہے): سات۔ ﴿لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ﴾ (الحجر: ۷۴) ”اس کے سات دروازے ہیں۔“

سَبْعُونَ: ستر۔ ﴿إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ﴾ (التوبة: ۸۰)
 ”اگر آپ استغفار کریں ان کے لیے ستر مرتبہ تو (بھی) ہرگز نہیں بخشے گا اللہ ان کو۔“
 سَبْعَ (اسم ذات): درندہ (کیونکہ وہ اپنے شکار کو پھاڑ کر ٹکڑوں میں تقسیم کرتا ہے)۔
 ﴿وَمَا أَكَلَ السَّبْعُ﴾ (المائدة: ۳) ”اور جس کو کھایا درندے نے۔“

س ن ب ل

سُنْبَلُ (رباعی) سُنْبَلَةٌ: کھیتی کا بالیاں نکالنا۔
 سُنْبَلُ ج سَنَابِلُ (اسم ذات): پودے کی بال خوشہ۔ ﴿فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُوهُ فِي سُنْبَلِهِ﴾ (یوسف: ۷۷) ”پس جو تم لوگ کاٹو تو چھوڑ دو اس کو اس کے خوشے میں۔“ ﴿وَسَنَبَعُ سُنْبَلٍ خَضِرٍ﴾ (یوسف: ۷۳) ”اور سات سبز بالیاں (خوشے)۔“

ترکیب: ”کَمَثَلِ“ کا مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے ”حَبَّةٌ“ مجرور ہے۔
 ”أَبْتَتْ“ کا فاعل اس میں ”ہی“ کی ضمیر ہے جو ”حَبَّةٌ“ کے لیے ہے جبکہ مرکب اضافی
 ”سَبْعَ سَنَابِلِ“ اس کا مفعول ہے۔ اس لیے اس کا مضاف ”سَبْعَ“ منصوب ہے اور مضاف
 الیہ ”سَنَابِلِ“ حکماً مجرور ہے۔ ”مِائَةُ حَبَّةٍ“ مبتداً مؤخر ہے اس لیے مضاف ”مِائَةُ“ مرفوع
 ہے اس کی خبر محذوف ہے اور ”فِي كُلِّ سُنْبَلَةٍ“ قائم مقام خبر مقدم ہے۔ ”يُضْعَفُ“ کا
 مفعول محذوف ہے جو کہ ”إِنْفَاقًا“ ہو سکتا ہے جبکہ ”لِمَنْ“ متعلق فعل ہے۔

ترجمہ:

مَثَلُ الَّذِينَ: ان لوگوں کی مثال جو
 أَمْوَالَهُمْ: اپنے مالوں کو
 فِي سَبِيلِ اللَّهِ: اللہ کی راہ میں
 كَمَثَلِ حَبَّةٍ: ایک ایسے دانے کی مثال
 کی طرح ہے

سَبْعَ سَنَابِلِ: سات خوشے
 فِي كُلِّ سُنْبَلَةٍ: ہر ایک خوشے میں

مِائَةُ حَبَّةٍ : ایک سو دانے ہیں

وَاللَّهُ : اور اللہ

يُضْعِفُ: ضرب دیتا ہے (انفاق کو)

لَمَنْ: اس کے لیے جس کے لیے

یَسَّاءُ: وہ چاہتا ہے

وَاللَّهُ : اور اللہ

وَكَأَسِعَ: وسعت دینے والا ہے

عَلِيمٌ : جاننے والا ہے

نوٹ (۱): لفظ ”مَآئِہ“ میں الف زائدہ ہے جیسے ”أُولَئِكَ“ میں واو زائدہ ہے۔ چند الفاظ میں حروف زائدہ لکھنے کی وجہ سمجھ لیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں بھی اور آج بھی عربی حرکات و سکنات کے بغیر لکھی اور پڑھی جاتی ہے، جیسے فارسی اور اردو حرکات و سکنات کے بغیر لکھی اور پڑھی جاتی ہے۔ البتہ غیر عربی لوگوں کی سہولت کے لیے بعد میں قرآن مجید میں حرکات و سکنات لکھنے کا رواج ہوا۔

اسی طرح عربی حروف پر نقطے ڈالنے کا رواج بھی بعد میں ہوا۔ صحابہ کرامؓ کے زمانے میں عربی حروف کے نقطوں کے بغیر لکھی اور پڑھی جاتی تھی۔ مثلاً اس زمانے میں حرف ”ح“ کو حسب موقع ج، ح اور خ پڑھا جاتا تھا اور بالکل درست پڑھا جاتا تھا۔ ہم لوگ اس کو ناممکن قرار دینے سے پہلے اتنا بھی نہیں سوچتے کہ انگریزی اگرچہ ہماری مادری زبان نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود ہم لوگ انگریزی حرف ”C“ کو لفظ circle میں پہلے سین کی آواز سے اور پھر کاف کی آواز سے پڑھ لیتے ہیں۔ حرف ”G“ کو لفظ general میں جیم اور God میں گاف کی آواز سے پڑھ لیتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔

بہر حال عربی حروف پر نقطے نہ ہونے کی وجہ سے کچھ الفاظ میں مشابہت دُور کرنے کے لیے کسی ایک لفظ میں کوئی زائد حرف لکھا جاتا تھا۔ جیسے ”الیک“ سے فرق کرنے کے لیے ”اولئک“ میں واؤ زائد لکھا گیا۔ اسی طرح ”منہ“ سے فرق کرنے کے لیے ”مائه“ میں الف زائد لکھا گیا۔

نوٹ (۲): ”کُلُّ“ کا مضاف الیہ زیادہ تر واحد کرہ آتا ہے۔ لیکن اگر معرفہ آئے تو مفہوم میں کچھ فرق پڑتا ہے۔ مثلاً ”کُلُّ کِتَاب“ کا مطلب ہے ہر ایک کتاب۔ جبکہ ”کُلُّ الْکِتَاب“ کا مطلب ہے کل کی کل کتاب، یعنی وہ پوری کتاب جس کی بات ہو رہی ہے۔

